اسلامی قانون تعزیرات

سر اور چہرے کے ماسوا دوسرے زخم اور ان کے احکام

ڈاکٹر عبد العزیز عامر

ترجمہ معروف شاہ شیرازی

(۱۰)

اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شجاج زخم ہی کی ایک قسم ہے لیکن اصطلاحِ فقہاء میں بالعموم چہرے اور سر کے زخموں کے لیے شجاج کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فقہاء نے یہ اصطلاح کلامِ عرب کے عام استعمال کے پیش نظر وضع کی ہے[1]۔ اب ہم ان زخموں سے بحث کریں گے جو جسم کے بقیہ حصے میں آئیں۔ فقہاء ہر اس زخم کو جِراح کہتے ہیں جس میں جسم انسانی کا کوئی عضو نہ کٹا ہو، یا اس کی افادیت نہ ختم ہوئی ہو اور وہ مذکورہ بالا مفہوم میں "شجاج" بھی نہ ہو۔ گویا سر اور چہرے کو چھوڑ کر جسم انسانی میں جو زخم بھی آئیں وہ جِراح کہلائیں گے۔ کیونکہ عربی زبان میں یہ لفظ اسی طرح مستعمل ہے[2]۔

زخم (جِراح) کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ زخم جو جوفِ جسم تک پہنچ جائے۔ اسے جائفہ کہتے ہیں۔ اصطلاحِ فقہاء میں جائفہ وہ زخم ہے جو جسم کے اندرونی حصے (ALIMENTARY CANAL) تک پہنچ جائے۔ بعض فقہاء نے وہ مقامات بھی متعین کر دیئے ہیں جن سے زخم جوف تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً سینہ، پیٹ، پیٹھ، پہلو، شرمگاہوں کے درمیان کا حصہ۔ بعض فقہاء نے گلے کے آخری حصے اور مقعد کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ بہرحال اعتبار اس

---

[1] دیکھیے بحث شجاج۔

[2] الکاسانی ج ۷، ص ۲۶۹۔

بات کا ہے کہ زخم جوف یعنی جسم کے اندرونی حصے تک پہنچ جاتا ہے یا نہیں۔ جب زخم جسم کے اندرونی حصے تک پہنچ گیا ہو تو وہ جائفہ کہلائے گا، اور اگر اندر نہ پہنچا ہو تو وہ جائفہ نہ ہوگا۔[1]

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جائفہ اُن سے مخصوص نہیں ہے۔ سر میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن بالعموم زخم کی یہ قسم حلق سے نیچے ہی واقع ہوتی ہے۔ اور جس طرح ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں سر کے ایسے زخم شجاج ہی میں داخل سمجھے جائیں گے، بشرطیکہ ان سے متضرر کی موت واقع نہ ہو جائے۔[2]

۲۔ زخم کی دوسری قسم وہ ہے جو جائفہ کے سوا جسم کے تمام دوسرے حصوں پر آئے۔ جائفہ کے ماسوا جسم انسان کے، عام زخموں میں وہ تمام زخم شامل ہیں جو صرف گوشت میں ہوں یا ہڈی کو ظاہر کر دیں یا جسم کی ہڈیوں میں سے کسی کو توڑ دیں۔

زخموں میں قصاص

زخموں کے قصاص کے حکم کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے ——————

---

[1] الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۸-۳۱۹، لکھتے ہیں: "جائفہ میں دیت کا ⅓ واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جائفہ میں دیت کی ایک تہائی واجب ہے"۔ ص ۲۹۶ پر لکھتے ہیں: "زخموں کی دو قسمیں ہیں، جائفہ اور غیر جائفہ۔ جائفہ وہ ہوتا ہے جو جوفِ بدن تک پہنچ جائے۔ جن مقامات پر زخم، جوفِ بدن تک پہنچ جاتا ہے وہ یہ ہیں: سینہ، پیٹھ، پیٹ، پہلو اور دو شرمگاہوں کے درمیان کا حصہ۔ یہ زخم ہاتھ پاؤں، اور حلق اور گردن میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں کے زخم پیٹ تک نہیں پہنچتے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر زخم اس قدر گہرا ہو کہ اس تک پہنچنے والی سائل چیز جوف تک پہنچ جاتی ہو تو وہ جائفہ ہی ہوگا۔ کیونکہ جب تک زخم اندرونِ بدن تک نہ پہنچا ہو، کوئی چیز جسم کے اندر کیسے جا سکتی ہے — المہذب، الشیرازی، ج ۲ ص ۲۱۴ - یہ لکھتے ہیں: "جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ، پیٹھ، سینے، مقعد اور گلے کے کونے سے اندرونی حصے تک پہنچ جائے"۔ — التاج والاکلیل لمختصر خلیل، ج ۶ ص ۲۴۷ - الشرح الکبیر، ج ۹، ص ۶۲۸ -

[2] تبیین الحقائق۔ شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۳۳ - یہ لکھتے ہیں: "یہ سر اور پیٹ دونوں میں ہوتا ہے لیکن دوسرے زخم جو شجاج کی تعریف میں آتے ہیں وہ صرف سر اور چہرے ہی میں ہوتے ہیں۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جائفہ حلق سے اوپر نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہ سمیت فقہاء کے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ عمدی زخموں میں قصاص نہیں ہے۔ خواہ وہ جائفہ کی تعریف میں آتے ہوں یا نہیں۔ کیونکہ زخموں میں پورے پورے قصاص کا اجراء ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر زخموں میں قصاص جاری کیا گیا تو اس بات کا امکان ہے کہ مجرم پر ظلم اور زیادتی ہو جائے اور یہ ممنوع ہے، کیونکہ قصاص میں برابری واجب ہے۔[1]

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سمیت فقہاء کا ایک دوسرا گروہ اس طرف گیا ہے کہ جو زخم بھی ہڈی کو ظاہر کر دے اس میں قصاص واجب ہے۔ مثلاً بالائی بازو، ران، پنڈلی یا پاؤں کے زخموں میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا صاف حکم ہے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ "اور تمام زخموں میں بدلہ ہے"۔ لہٰذا جس زخم میں بھی قصاص لیا جانا ممکن ہو، مثلاً سر اور چہرے کے موضحہ میں، تو اس میں قصاص واجب ہو گا۔ امام شافعیؒ کے بعض ساتھیوں کا یہ خیال ہے کہ ان میں قصاص نہیں ہے کیونکہ سر اور چہرے کے موضحہ زخم کی طرح ان میں کوئی مقررہ معاوضہ نہیں ہے لیکن ان حضرات کی رائے درست نہیں، کیونکہ یہ نص صریح کے خلاف ہے۔ نیز اس قسم کے زخم میں بغیر کسی ظلم و تعدی کے پورا پورا بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ زخم ہڈی پر جا کر رک جاتا ہے اور یہ ایک ایسی متعین حد ہے جہاں قصاص رک سکتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے زخموں کو موضحہ کے حکم میں رکھا جائے گا۔ نیز سر اور چہرے کے موضحہ میں قصاص کے وجوب کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس کا تاوان شارع کی جانب سے مقرر ہے۔ تاوان تو اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ سر اور چہرے کا یہ زخم زیادہ موجبِ عار ہوتا ہے۔ اور سر اور چہرہ جسم انسانی میں زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سر اور چہرے کے "موضحہ" زخم سے اوپر کے جس قدر زخم ہیں اُن کے معاوضے شارع نے متعین کر دیے ہیں حالانکہ ان میں بالاتفاق قصاص واجب نہیں ہے۔[2]

---

[1] الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۹۔ یہ لکھتے ہیں: "اگر متضرر مرنے سے بچ نکلے تو ان میں سے کسی میں قصاص واجب نہ ہو گا۔ خواہ وہ زخم جائفہ ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ ان میں پورا پورا قصاص لینا ممکن نہیں ہے"۔

[2] المہذب، الشیرازی، ج ۲ ص ۱۹۰۔ الاحکام السلطانیہ، ابو یعلیٰ، ص ۲۶۲۔ الشرح الکبیر، ج ۹ ص ۴۶۰، یہ المغنی کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: "جب مضرت ہڈی تک پہنچ جائے تو اگر وہ سر اور چہرے کے علاوہ دوسرے اعضاء، مثلاً بالائی بازو، بازو، پنڈلی، اور ران میں ہو، تو اس میں قصاص واجب ہو گا۔ ہمارے بعض علماء اس طرف

اگر زخم ہڈی تک نہ پہنچا ہو مثلاً جائفہ یا کوئی ہڈی مضرت کا نشانہ بنی ہو، تو اس صورت میں قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں جرم و سزا کے درمیان مماثلت اور مساوات قائم رکھنے کا امکان نہیں ہے یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ متضرر پورا پورا بدلہ لے سکے۔ اس لیے قصاص ساقط ہو جائے گا۔[1]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جسم کے تمام زخموں میں قصاص کا اجرا ہوگا خواہ وہ ہڈی تک منتہی ہوتے ہوں یا نہیں، ہڈی میں ہوں یا گوشت و پوست میں۔ اگر مجرم نے متضرر کے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ دیا ہو تو اس میں بھی قصاص جاری ہوگا، بشرطیکہ پیمائش کے ذریعہ زخم کا طول و عرض معلوم کر کے، اسی محل سے، اُسی قدر بدلہ لیا جانا ممکن ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہڈیوں کے زخم ہاشمہ وغیرہ میں بھی قصاص واجب ہے، اِلّا یہ کہ اجرائے قصاص میں شدید خطرہ ہو۔ صرف اس خطرے کی صورت میں قصاص ساقط ہو گا۔ اگر ران، گردن اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو ان میں امام مالکؒ کے نزدیک بھی قصاص واجب نہیں ہے کیونکہ ان حالات میں اجرائے قصاص میں مجرم کو زیادہ مضرت پہنچنے کا خطرہ ہے

لیکن اگر خطرہ زیادہ نہ ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک ہڈی ٹوٹنے میں بھی قصاص ہے، چنانچہ جس مضرت کے نتیجے میں بانہہ، بالائی بازو، ٹانگ، ہتھیلیوں اور انگلیوں کی ہڈی ٹوٹ جائے، تو اس میں ان کے نزدیک قصاص جاری ہوگا۔ یہی حکم جسم کی دوسری ہڈیوں کے بارے میں ہے۔ بشرطیکہ مجرم کے لیے اس

بھی گئے ہیں کہ اس میں قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ زخم جب سر اور چہرے کے زخم "موضحہ" سے تاوان کے تعین میں مختلف ہے تو اُسے وجوبِ قصاص میں بھی مختلف ہونا چاہیے، لیکن منصوص رائے وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا کیونکہ اس زخم میں بغیر ظلم و تعدی کے بدلہ لیا جا سکتا ہے اس لیے کہ زخم کی آخری حد معلوم اور متعین ہے۔ لہٰذا سر اور چہرے کے "موضحہ" کی طرح اس میں بھی قصاص واجب ہوگا۔

[1] المہذب، الشیرازی، ج ۲ ص ۱۹۰۔ لکھتے ہیں: "زخم کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ ہڈی تک نہ پہنچا ہو مثلاً جائفہ، یا اس میں ہڈی ٹوٹ گئی ہو مثلاً بالائی بازو اور بانہہ کی ہڈی، تو اس میں قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں مماثلت اور مساوات قائم نہیں رہ سکتی۔ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ متضرر اپنے حق سے تجاوز نہ کرے گا۔ لہٰذا قصاص ساقط ہو جائے گا۔"

میں خطرۂ جان نہ ہو۔

اجراءِ قصاص میں خطرہ ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ ماہرینِ جراحت کریں گے۔ ماہرین جس صورت کے بارے میں کہہ دیں کہ اس میں اجراءِ قصاص موجبِ خطر ہے، وہاں قصاص ساقط ہو جائے گا اور جس کے بارے میں وہ کہہ دیں کہ اس میں خطرہ نہیں ہے وہاں قصاص واجب ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک جن زخموں میں قصاص واجب نہیں ان میں سے ایک جائفہ ہے۔ یہ وہ زخم ہے جو جسم کے اندرونی حصے تک پہنچ جائے، کیونکہ اس میں اجراءِ قصاص کی صورت میں بہر حال مجرم کے لیے شدید خطرہ رہتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ امام مالکؒ جن زخموں میں قصاص کے قائل ہیں، وہ سب کے سب جرح کی تعریف میں آتے ہیں اور تمام جروح میں قصاص واجب ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: "وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ" "اور تمام زخموں میں قصاص واجب ہے۔" نیز یہ کہ ان زخموں میں اُن کے نزدیک پورا پورا بدلہ لینا بھی ممکن ہے۔[۱]

مالکیہ میں سے ابنِ رشد کہتے ہیں کہ عمدی زخموں میں آیت وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ کی رُو سے قصاص واجب ہوگا۔ بشرطیکہ قصاص لیا جانا ممکن ہو، اجرائے قصاص کا محل موجود ہو اور اجراءِ قصاص کے نتیجے میں مجرم کی موت واقع ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اس رائے کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ہے کہ آپؐ نے "مامومہ، منقلہ، اور جائفہ میں قصاص ساقط فرمایا"۔ چنانچہ امام مالکؒ اور بعض دوسرے فقہاء نے ان تمام زخموں کو جن کے نتیجے میں مجرم کی موت واقع ہونے کا خطرہ ہے، ان مذکورہ تین زخموں پر قیاس کیا ہے۔ مثلاً گردن کی ہڈی ٹوٹ جانا، ریڑھ کی ہڈی کا ٹوٹ جانا اور سینے اور ران کی ہڈیوں کا ٹوٹ جانا، یا اس جیسے دوسرے خطرناک زخم۔[۲]

زخموں کا تاوان

اگر قصاص برابر اور جُرم کے مساوی لیا جانا ممکن نہ ہو، یا اِجراءِ قصاص کی اہم شرائط میں سے کوئی

---

[۱] مواہب الجلیل، ج ۶ ص ۲۴۷ اور اس کے بعد — التاج والاکلیل لمختصر خلیل، ص ۲۴۶ اور اس کے بعد۔ یہ کتاب حوالۂ سابق کے حاشیہ پر مطبوع ہے۔

[۲] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد، ج ۲ ص ۴۳۱۔

شرط نہ پائی جاتی ہو یا اولیائے قصاص کی طرف سے قصاص معاف کر دیا جائے، یا جرم بطورِ خطاء واقع ہوا ہو تو ایسی تمام صورتوں میں تاوان واجب ہوتا ہے۔ تاوان مختلف زخموں میں مختلف ہے۔ اگر زخم جائفہ ہو، تو اس میں دیت کا ⅓ حصہ واجب ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جائفہ میں دیت کا ⅓ حصہ واجب ہے۔" یہ آپ نے عمرو بن حزم کے نام ایک خط میں فرمایا جو اہلِ یمن کے لیے لکھا گیا۔ اگر جائفہ جسم سے پار ہو کر دوسری جانب جا نکلے تو اُسے دو جائفے تصور کیا جائے گا۔ اور ایسی صورت میں دیت کا ⅔ حصہ واجب ہوگا۔ یعنی ہر جائفہ میں ⅓۔ اکثر فقہاء، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ کے بعض ساتھیوں کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ اُسے ایک جائفہ ہی تصور کرتے ہیں، کیونکہ جائفہ کی تعریف یہ ہے کہ بدن کے ظاہری حصے سے اندر تک پہنچ جائے، رہا وہ زخم جو پھر اندر سے باہر نکل آئے تو وہ جائفہ نہ ہوگا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جو زخم باہر سے اندر کی جانب بنا ہو وہ جائفہ ہے اور اس کا معاوضہ دیت کا ⅓ حصہ ہے اور جو اندر سے باہر کی طرف بنا ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور اس میں منصفانہ معاوضہ واجب ہوگا۔ کیونکہ جائفہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا معاوضہ مقرر نہ ہوگا۔

جو لوگ ایسے زخم کو دو جائفے سمجھتے ہیں، ان کا مسلک چند دلائل پر مبنی ہے۔ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا جو اس کے جسم کو پار کر کے دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ⅔ حصہ دیت کا فیصلہ دیا اور صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی آپ کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا یہ فیصلہ اجماعی قرار پایا۔ اسی طرح عمرو بن شعیب، ایک روایت میں اپنے باپ اور دادا سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بھی ایسے جائفہ میں جو جسم سے پار ہو جائے دو جائفوں کے معاوضے کا فیصلہ کیا۔ نیز جو جائفہ جسم کو پار کر جائے اس میں اور دو جائفوں میں کوئی فرق نہیں۔ وہ اسی طرح کے زخم ہوتے ہیں جیسا کہ دو واروں سے دو جائفے ہوتے ہیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ زخم جسم کے اندرونی حصے تک پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ زخم آنے کی کیفیت کیا رہی، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے چونکہ دونوں زخموں میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا جرم کی عملی کیفیت اور صورت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔[۱]

جائفہ کے ماسوا دوسرے تمام زخموں کے لیے شارع کی طرف سے کوئی تاوان مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا ان سب میں منصفانہ معاوضہ دیا جائے گا (جو جج کے اختیارِ تمیزی پر موقوف ہوگا)۔

منصفانہ معاوضہ تب واجب ہوگا جب صورت یہ ہو کہ زخم تو بھر آئے لیکن اس کے نشانات باقی ہوں۔ تمام فقہاء اُسے ضروری شرط سمجھتے ہیں[1]۔ بعض مالکی فقہاء کا خیال ہے کہ منصفانہ معاوضے کے علاوہ دواؤں اور علاج معالجے کے دوسرے اخراجات بھی مجرم کو ادا کرنے ہوں گے[2]۔

اگر زخم بھر آئے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں کچھ واجب نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس میں درد اور دکھ کا تاوان واجب ہے، امام محمدؒ صرف ڈاکٹر کی فیس عائد کرتے ہیں[3]، امام احمدؒ کے نزدیک منصفانہ معاوضہ واجب ہے[4]۔ امام مالکؒ کے

(حاشیہ ۳۳ کا تتمہ) الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۸-۳۱۹۔ لکھتے ہیں: جائفہ اگر جسم کے اس پار نکل جائے تو اس میں ۲/۳ حصہ دیت واجب ہے۔ اس پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی جس میں انہوں نے ۲/۳ کا حکم دیا۔" حاشیہ الدسوقی، علی شرح الدردیر، ج ۴ ص ۲۱۲ اور اس کے بعد۔ المہذب، الشیرازی، ج ۲ ص ۲۱۴۔ الشرح الکبیر، ج ۹ ص ۶۲۹-۶۳۰۔

[1] الکاسانی، ج ۷، ص ۳۲۰، لکھتے ہیں: جسم کے وہ تمام زخم جو بھر آئیں اور زخم کے آثار باقی ہوں تو ان میں منصفانہ تاوان واجب ہے۔" ص ۳۲۴ پر: "جائفہ کے علاوہ زخم اگر مندمل ہو جائیں اور آثار باقی ہوں تو ان میں منصفانہ معاوضہ ہے — حاشیۃ الدسوقی علی شرح الدردیر، ج ۴ ص ۲۱۶ اور اس کے بعد — مواہب الجلیل، ج ۶ ص ۲۴۷ اور اس کے بعد — التاج والاکلیل لمختصر خلیل، ص ۲۴۶ اور اس کے بعد۔ یہ کتاب سابق الذکر کتاب کے حاشیہ پر مطبوع ہے۔ المہذب، الشیرازی، ج ۲ ص ۲۱۲ — الشرح الکبیر، ج ۹ ص ۶۳۸۔

[2] حاشیۃ الدسوقی علی شرح الدردیر، ج ۴ ص ۲۴۶۔ اس میں لکھتے ہیں: "ابن عرفہ اس بات کو پسندیدہ سمجھتے ہیں کہ مجرم پر ڈاکٹر کی فیس اور دواؤں کی اُجرت بھی عائد کی جائے، یہ اس صورت میں کہ زخم مندمل ہو جائے اور اس کے آثار باقی ہوں اور یہ تاوان منصفانہ معاوضے کے اندر ہی ہوگا۔ لیکن اگر زخم ایسا ہے جس میں معاوضہ متعین ہے تو وہ اگر مندمل ہو جائے اور کچھ آثار بھی باقی ہوں تب بھی اس میں صرف متعین تاوان واجب ہوگا۔"

نزدیک اس میں کوئی معاوضہ نہیں ہے البتہ بعض مالکیہ کے نزدیک دواؤں کی اُجرت اور ڈاکٹر کی فیس واجب ہوگی۔[۱]

جن زخموں سے متضرر صحت پا جائے لیکن زخم کے آثار باقی ہوں تو ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو دائمی مضرت کے حامل ہوتے ہیں مثلاً ہتھیلیوں، بازوؤں اور انگلیوں کی ہڈی ٹوٹنے سے جو مضرت واقع ہو اور زخم مندمل ہونے کے بعد، یہ اعضاء اپنی اصلی حالت پر نہ آسکیں۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر زخم مندمل ہو جائے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ ہو تو اس میں کوئی متعین یا غیر متعین تاوان نہیں ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورتوں میں ان کے نزدیک مجرم کس سزا کا مستحق ہے؟ اس کا بیان تعزیری سزاؤں کی بحث میں ہوگا، جہاں جسم انسانی کے خلاف جرائم کے ارتکاب پر تعزیری سزاؤں کی تفصیلی بحث ہوگی۔

حاشیہ صفحہ ۳۶۵، [۳] الکاسانی، ج ۷، ص ۳۲۴، اس میں لکھتے ہیں: "جائفہ کے علاوہ جسم کے تمام زخموں میں، جن کا کوئی اثر باقی نہ رہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی چیز واجب نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ درد اور تکلیف کا معاوضہ واجب سمجھتے ہیں، اور امام محمدؒ ڈاکٹر کی فیس۔"

[۴] الشرح الکبیر، ج ۹ ص، ۶۳۷۔

[۱] مواہب الجلیل، ج ۶، ص ۲۴۷ اور اس کے بعد ـــ التاج والاکلیل لمختصر خلیل ص ۲۴۶ اور اس کے بعد۔ یہ مواہب کے حاشیہ پر مطبوع ہے ـــ حاشیۃ الدسوقی علی شرح الدردیر، ج ۴، ص ۲۱۶۔ اس میں لکھتے ہیں کہ ابن عرفہ اس بات کو مستحسن سمجھتے ہیں کہ زخم کے مندمل ہو جانے اور بدنمائی نہ رہنے کی صورت میں مجرم پر ڈاکٹر کی فیس اور دواؤں کی اُجرت عائد کی جائے، بشرطیکہ اس مضرت میں کوئی متعین تاوان نہ ہو۔"